شرح احادیث حروف سبعہ

اور

تاریخ قراءات متواترہ

(بمعہ چند ضروری مباحث)

تالیف

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

دارالافتاء ۔ جامعہ مدنیہ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

شرح احادیث حروف سبعہ

اور

تاریخ قراءات متواترہ

(بمعہ چند ضروری مباحث)

تالیف

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

دارالافتاء۔ جامعہ مدنیہ۔ لاہور

عرض مولف

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على رسوله الكريم

زمانہ طالب علمی میں قراءات عشرہ محترم استاذ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب ڈیروی مدظلہ سے پڑھیں۔ فن قراءات کو سیکھنے پر زیادہ توجہ رہی اور اس علم و فن کے بعض ضروری مبادیات کی طرف توجہ نہیں ہوئی لہذا اس وقت تو وہ مبہم رہے لیکن ذہن میں ان کے حل کی طلب رہی۔ کچھ عرصہ پیشتر ایک صاحب نے ہمارے دارالافتاء میں اسی فن سے متعلق اپنے کچھ اشکالات لکھ کر بھیجے۔ ان کی تحریر پیش نظر کاوش کے لئے محرک بن گئی۔ اس دوران اندازہ ہوا کہ بہت سے اصحاب فن ان مبادیات سے کماحقہ واقف نہیں۔ یہ مضمون جامعہ مدنیہ کے رسالہ انوار مدینہ میں چند سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ طالبان فن کی سہولت اور استفادہ کے لئے اس کو شائع کیا ہے۔ جن لوگوں نے اس کی اشاعت میں جانی و مالی ایثار کیا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر بہت بہت اجر عطا فرمائیں اور ہماری کوشش کو بھی محض اپنے فضل سے ہمارے اساتذہ کے حق میں قبول فرمالیں۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عبدالواحد

دارالافتاء۔ جامعہ مدنیہ

ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

نوٹ: اصحاب فن اگر مضمون میں کوئی غلطی پائیں تو مطلع فرمائیں، ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔

یہ کتابچہ مفت حاصل کرنے کا پتہ

دارالافتاء۔ جامعہ مدنیہ

کریم پارک راوی روڈ۔ لاہور

نوٹ: بیرون لاہور کے حضرات چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر یہ کتابچہ بذریعہ ڈاک منگوا

شرح احادیث حروف سبعہ

حروف سبعہ سے متعلق حدیثوں کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں جن میں قرآن پاک کے حروف سبعہ پر نازل کئے جانے کی تصریح ہے۔ دوسری وہ ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خاطر سات کے عدد تک رعایت کی درخواست فرمائی جو منظور ہوئی اور سات تک مرادفات میں پڑھنے کی اجازت حاصل ہوئی لیکن یہ مرادفات نازل نہیں ہوئے۔ نزول صرف اصل حرف و لفظ پر ہوا جو قریش کی لغت میں تھا۔

پہلی قسم

وہ حدیثیں جن میں قرآن پاک کے سبعہ احرف پر نازل ہونے کی تصریح ہے۔

1- حافظ ابو یعلی اپنی مسند کبیر میں لکھتے ہیں۔

ان عثمان رضی اللہ عنہ قال یوما و ھو علی المنبر اذکر اللہ رجلا سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف کلھا شاف کاف لما قام فقا مواحتی لم یحصوا فشھد وا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انزل القرآن علی سبعۃ احرف کلھا شاف کاف فقال عثمان رضی اللہ عنہ و انا اشھد معھم

ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جبکہ وہ منبر پر تھے کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا اور وہ تمام حروف کافی و شافی ہیں کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ تو بے شمار لوگ کھڑے ہو گئے اور ان سب نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن سات

حروف پر نازل کیا گیا ہے اور وہ سب حروف کافی وشافی ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔

2- بخاری اور مسلم کی روایت ہے (الفاظ بخاری کے ہیں)

ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستمعت لقراء ته فاذا هو يقرء هو علي حروف كثيرة لم يقرء نيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فكدت اساوره في الصلاة فانتظرته حتى سلم ثم لببته بردائه او بردائي فقلت من اقرأك هذه السورة فقال اقرء نيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت له كذبت فوالله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأني هذه السورة التي سمعتك تقرء ها فانطلقت اقوده الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله اني سمعت هذا يقرأبسورة الفرقان على حروف لم تقرء نيها وانت اقرأتني سورة الفرقان. فقال رسول الله صلى الله غليه وسلم ارسله يا عمر. اقرأ يا هشام. فقرأ هذه القرأ ة التي سمعته يقرؤ ها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا انزلت. ثم قال رسول الله صلى الله علي وسلم ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فا قرأوا ما تيسر منه

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہشام بن حکیم (رضی اللہ عنہ) کو سورت فرقان پڑھتے سنا۔ میں نے جب ان کی قراءت کی طرف کان لگائے تو وہ ایسے بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر جھپٹ پڑوں لیکن میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیر لیا۔ پھر میں نے ان کو ان کی (یا فرمایا اپنی) چادر سے کھینچا اور پوچھا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سورت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ میں نے ان سے کہا کہ تم غلط کہتے ہو ۔اللہ کی قسم یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے پڑھائی ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے ان کو سورت فرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے حالانکہ آپ ہی نے مجھے سورہ فرقان پڑھائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمران کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا اے ہشام تم پڑھو تو انہوں نے وہی قراءت پڑھی جو میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ سورت) اسی طرح نازل کی گئی۔ پھر رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے تو جو چاہو پڑھو۔

3- امام احمد روایت کرتے ہیں۔

عن ابی قیس مولی عمرو بن العاص عن عمروان رجلا قرأ آیة من القرآن فقال له عمر و انماهی کذا و کذا. فذکر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف فای ذلك قرأتم اصبتم فلا تماروا

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت پڑھی۔ اس شخص سے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت تو اس اس طرح ہے۔ پھر اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو حرف بھی ہو تم پڑھو وہ درست ہے۔ لہٰذا آپس میں جھگڑا مت کرو۔

4- ابن جریر طبری نقل کرتے ہیں۔

عن ابی هریرة انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرء وا ولاحرج ولکن لاتختموا ذکر رحمة بعذاب ولا ذکر عذاب برحمة

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا۔ پس (جس حرف پر چاہو) بلا کسی حرج کے پڑھو، البتہ رحمت کے ذکر کو عذاب کے ساتھ اور عذاب کے ذکر کو رحمت کے ساتھ ختم نہ کرو۔

دوسری قسم

وہ حدیثیں جن میں آسانی وتسہیل کی خاطر سات کے عدد کا ذکر ہے۔

1- بخاری اور مسلم میں ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقرأنی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل استزیده و یزیدنی حتی انتهی الی سبعة احرف

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان سے مراجعت کی اور میں مزید طلب کرتا رہا اور وہ (قرآن کے حرفوں میں) اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حرفوں تک پہنچ گئے۔

2- امام احمد اپنی مسند میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان جبرئیل قال یا محمد اقرأ القرآن علی حرف. قال میکائیل استزده حتی بلغ سبعة احرف قال کل شاف کاف مالم تخلط آیة عذاب برحمة اور رحمة بعذاب نحوقولك تعال واقبل و هلم واذهب واسرع و عجل

کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا کہ اے محمد قرآن کو ایک حرف پر پڑھیے۔ میکائیل (علیہ السلام) نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا اس میں اضافہ کروائیے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے تعال کے معنی کو اقبل هلم اذهب اسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔

3- صحیح مسلم میں ہے

عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قراءة انکرتها علیه ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوی قراءة صاحبه فلما

قضينا الصلاة دخلنا جميعا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت ان هذا قرأ قراءة انكرتها عليه و دخل آخر فقرأ سوى قراءة صاحبه فامرهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ فحسن النبی صلى الله عليه وسلم شانهما. فسقط في نفسي من التكذيب ولا اذكنت في الجاهلية فلما رای رسول الله صلى الله عليه وسلم ماقد غشيني ضرب في صدری ففضت عرقاو كانما انظرالی الله عزوجل فرقا فقال لی يا ابی ارسل الی ان اقرأ القرآن على حرف فرددت اليه ان هون على امتى فرد الى الثانية اقرأه على حرفين فرددت اليه ان هون على امتى فرد الى الثالثة اقرأه على سبعة احرف ولك بكل ردة رددتها مسألة تسالنيها فقلت اللهم اغفر لامتی اللهم اغفر لامتی و اخرت الثالثة ليوم يرغب الى الخلق كلهم حتى ابراهيم صلى الله عليه وسلم

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت سے مختلف ایک اور قراءت پڑھی۔ جب ہم نے نماز ختم کر لی تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے پہلے کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی۔ اس پر آپ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے قراءت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر (اپنا ہاتھ) مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہو گیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابی پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمائیے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر

پڑھوں۔ میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے تو اللہ تعالی نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔

4- صحیح مسلم میں ہے

عن ابی بن کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عند أضاة بنی غفار قال فاتاہ جبریل علیہ السلام فقال ان اللہ یا مرك ان تقرأ امتك القرآن علی حرف فقال اسأل اللہ معافاتہ و مغفرتہ و ان امتی لا تطیق ذلك . ثم اتاہ الثانیة فقال ان اللہ یا مرك ان تقرأ امتك القرآن علی حرفین فقال اسأل اللہ معافاتہ و مغفرتہ وان امتی لاتطیق ذلك ثم جاء ہ الثالثة فقال ان اللہ یا مرك ان تقرأ امتك القرآن علی ثلاثة احرف فقال اسأل اللہ معافاتہ و مغفرتہ وان امتی لاتطیق ذلك ثم جاء ہ الرابعة فقال ان اللہ یا مرك ان تقرأ امتك القرآن علی سبعة احرف فایما حرف قرء وا علیہ فقدا صابوا.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو غفار کے تالاب کے پاس تھے آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں۔ میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو دو حرفوں پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں۔ میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے پھر وہ تیسری بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو تین حرفوں پر پڑھے۔ آپ نے پھر فرمایا میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔ پھر وہ چوتھی بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو سات حرفوں پر پڑھے۔ پس امت کے لوگ جس حرف پر پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہو گی۔

5- ترمذی میں بھی ہے۔

عن ابی بن کعب قال لقی رسول الله صلی الله علیه وسلم جبریل عند احجار المروة قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لجبریل انی بعثت الی امة امیین فیهم الشیخ الفانی والعجوز الکبیرة والغلام. قال فمرهم فلیقرئوا القرآن علی سبعة احرف

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مروہ کے پتھروں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کی ملاقات جبرئیل علیہ السلام سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مجھے ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہے جن میں بوڑھے بھی ہیں، بوڑھیاں بھی ہیں اور بچے بھی ہیں۔ حضرت جبرئیل نے کہا آپ ان کو حکم دیجئے کہ وہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھیں۔

6- اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں ہے۔

فقلت یا جبریل انی ارسلت الی امة امیة فیهم الرجل والمرأة والغلام والجاریة والشیخ الفانی الذی لم یقرأ کتا با قط قال ان القرآن انزل علی سبعة احرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جبرئیل سے کہا کہ میں ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں مرد عورتیں بچے بچیاں اور ایسے لب گور بوڑھے جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی یہ سب ہی ہیں۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔

............☆............

ان دو قسموں کی حدیثوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ دونوں کے مضمون مختلف ہیں۔ پہلی قسم کی حدیثوں میں اختلاف قراءت کا ذکر تو ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فقط یہ فرمایا کہ قرآن پاک سبعۃ احرف پر نازل کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری قسم کی احادیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست و مطالبہ پر یہ فرمایا گیا کہ آپ کی امت سات طریقوں سے پڑھے یا آپ اپنی امت کو سات طریقوں سے پڑھائیے۔ پھر وہ سات طریقے کیا ہیں؟ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

میں اس کی وضاحت ہے کہ وہ سات تک مرادفات ہیں۔ فرمایا جیسے تعالی ، اقبل هلم، اذهب، اسرع، عجل،ان دوسری قسم کی حدیثوں میں ان سات طریقوں کے منزل من اللہ ہونے کی تصریح نہیں ہے سوائے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے جس میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر کہ میری امت توای ہے اور اس میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کچھ پڑھا ہی نہیں یہ کہا کہ ان القرآن انزل علی سبعة احرف لیکن اس واقعہ سے متعلق جب حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو بکرہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی روایتوں کو دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہا والی روایت بالمعنی ہے اور کی راوی کی جانب سے سات حروف یا سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت کو انزل القرآن علی سبعة احرف کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یا پھر مجاز پر محمول ہے۔

عام طور سے علماء و قراء حضرات ان سب حدیثوں کا ایک ہی مضمون مانتے ہیں اس لئے ان کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہیں......... لیکن اس صورت میں حروف سبعہ کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ ایسی نہیں کہ اس پر کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہتا ہو مثلاً

1- جب دونوں طرح کی حدیثوں میں سبعۃ احرف سے مراد سات لغات ہوں

ابن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ نے سبعہ احرف سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک قرآن ان ساتوں حروف پر پڑھا جاتا تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا تو ان حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے۔ مختلف لوگ مختلف حروف پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو غلط ٹھہرانے لگے۔اس فتنہ کے انسداد کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے پوری امت کے لئے صرف ایک حرف یعنی لغت قریش کے مطابق سات مصاحف مرتب فرما کر مختلف صوبوں میں بھیج دیئے اور باقی تمام مصاحف کو نذر آتش کرادیا تاکہ کوئی اختلاف پیدا نہ ہو سکے۔ لہٰذا اب صرف لغت قریش کا حرف باقی رہ

گیا ہے اور باقی چھ حروف محفوظ نہیں رہے اور قراءتوں کا جو اختلاف آج تک باقی چلا آتا ہے وہ اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔

اس قول پر ایک اعتراض یہ ہے کہ حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرمادیا حالانکہ یہ باور کرنا مشکل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی دلیل کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ چھ حروف کو یکسر ختم کردیا ہو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرمادیئے اور قراءتیں جوں کی توں باقی رکھیں۔ افتراق واختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف کو باقی رکھنے میں تھا وہ قراءت کے اختلاف میں بھی تو ہے؟

2- جب دونوں قسم کی حدیثوں سے مراد سات مرادفات ہوں

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک صرف قریش کی لغت پر نازل ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی اس لئے ابتدائے اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرلیا کریں، چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن پاک کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی ان کے لئے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرادفات متعین فرمادیئے تھے جن سے وہ تلاوت کرسکیں۔ یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے۔

لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا اہل عرب اس کے عادی ہوگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا آخری دور کیا جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر مرادفات سے پڑھنے کی یہ اجازت ختم کردی گئی اور صرف وہی

طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔

اس قول پر یہ الجھن ہے کہ قرآن پاک کی جو مختلف قراءتیں آج تک متواتر چلی آرہی ہیں اس قول کے مطابق ان کی حیثیت واضح نہیں ہوتی۔

3- جب دونوں قسم کی حدیثوں سے مراد قراءات کے سات قسم کے اختلافات ہوں

اس قول پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ قرآن پاک کو سات حروف پر اس لئے نازل کیا گیا تاکہ امت کے لئے تلاوت قرآن میں آسانی پیدا کی جائے۔ یہ بات لب ولہجہ سے تعلق رکھنے والے کلمات تفخیم وترقیق مدوامالہ وغیرہ میں تو سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور حذف واثبات میں سمجھ نہیں آتی۔ مثلاً سورہ توبہ میں اعدلهم جنت تجری تحتها الانهٰر اور تجری من تحتها الانهٰر دو قراءتیں ہیں۔ یہاں صرف من کی ادائیگی میں کونسی دشواری ہے اور اگر ہے تو یہ اختلاف اسی جیسی تمام آیات میں ہونا چاہئے۔ صرف ایک مقام میں کیوں ہے؟ پھر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو مرادفات ذکر ہیں ان کی توجیہ بھی نہیں کی جاسکتی۔

غرض اوپر ذکر کی گئیں دو قسم کی حدیثوں کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہوئے سبعۃ احرف کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ اعتراض اور الجھن سے خالی نہیں۔

4- ان دو قسم کی حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ مضمون پر محمول کریں

البتہ اگر حدیثوں کی مذکورہ بالا دو قسموں کو علیحدہ علیحدہ مضمون پر محمول کیا جائے تو پھر انشاء اللہ کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی قسم کی حدیثیں جن میں یہ مضمون ہے کہ انزل القرآن علی سبعة احرف تو ان میں سبعة احرف سے مراد قراءات میں سات قسم کی اختلافات ہیں۔ قرآن پاک انہی اختلافات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا۔ یہ اب تک باقی ہیں اور ان کا نسخ نہیں ہوا۔

دوسری قسم کی حدیثوں میں مرادفات کا ذکر ہے۔ یہ مرادفات عرضہ اخیرہ میں

منسوخ کر دیئے گئے تھے۔ان کے نسخ کے بارے میں:

1- امام طحاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کا نزول تو صرف قریش کی لغت پر ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی اس لئے ابتداء اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کریں، چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن کریم کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی۔ان کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرادفات متعین فرمادیئے تھے جن سے وہ تلاوت کر سکیں۔یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے اور یہ بالکل ایسے تھے جیسے تعال کی جگہ هلم یا اقبل یا ادن پڑھ دیا جائے معنی سب کے ایک ہی رہتے ہیں، لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی، جبکہ تمام اہل عرب قرآنی زبان کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے تھے۔پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا۔اہل عرب اس کے عادی ہو گئے اور ان کے لئے اسی اصل لغت پر قرآن کی تلاوت آسان ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کریم کا آخری دور کیا جس عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔اس موقع پر یہ مرادفات سے پڑھنے کی اجازت ختم کر دی گئی اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔"
(مشکل الآثار للطحاوی۔بحوالہ علوم القرآن مولانا تقی عثمانی ص:104)

2- محقق ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا شك ان القرآن نسخ منه و غيرفيه في العرضة الاخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحد من الصحابة و روينا باسناد صحيح عن زربن حبيش قال قال لى ابن عباس اى القراء تين تقرأ قلت الاخيرة قال النبى صلى الله عليه وسلم كان يعرض القرآن على جبرئيل عليه السلام فى كل عام مرة قال فعرض عليه القرآن فى العام الذى قبض فيه النبى صلى الله عليه وسلم مرتين فشهد عبدالله يعنى ابن مسعود مانسخ منه وما

بدل (النشر فی القراء ات العشر ص32 ج ۱)

ترجمہ: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضہ اخیرہ کے موقع پر قرآن پاک میں نسخ اور تبدیلی ہوئی۔اس کی تصریح متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ہم تک صحیح سند کے ساتھ زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہنچا ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کونسی قراءت پڑھتے ہو۔میں نے کہا آخری قراءت۔زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا اس موقع پر جو کچھ منسوخ ہوا اور جو تبدیلی کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے شاہد تھے۔

ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس قول میں اگرچہ مرادفات کے عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہونے کی تصریح تو نہیں کی لیکن ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مرادفات کے نسخ پر اس طرح سے دلیل ہے کہ انہوں نے عرضہ اخیرہ میں نسخ کے واقع ہونے کی تصریح کی ہے اور مرادفات ہی اس نسخ کا مصداق ہیں کیونکہ مرادفات کا وجود حدیث سے ثابت ہے اور ان کی بقاء بالا جماع ثابت نہیں اور کسی اور موقع پر ان کا منسوخ ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔ لہذاء قرین قیاس یہی ہے کہ عرضہ اخیرہ میں مرادفات ہی منسوخ ہوئے ہوں گے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لغت قریش کے علاوہ باقی لغات موقوف کر دی گئیں۔یہ قول بلا دلیل ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف لکھنے کے لئے ایک جماعت تشکیل دی تو اس جماعت سے فرمایا:

اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابت فی شئی من القران فاکتبوہ بلسان قریش فانما نزل بلسانھم

''جب تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان پر لکھنا کیونکہ قرآن صرف ان کی زبان پر نازل ہوا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن پاک کا نزول صرف لغت قریش پر ہوا۔اگر اور لغات پر بھی ہوتا جیسا کہ بعض وہ حضرات کہتے ہیں جو سبعۃ

احرف سے سات لغات مراد لیتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یوں حصر کے ساتھ نہ فرماتے کہ انما نزل بلسانهم (یعنی قرآن پاک محض قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے)۔

بعض حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے باقی لغات کو منسوخ نہ کرنے کی یہ دلیل دی ہے کہ روایت حفص کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا اور لغات بھی موجود ہیں۔

اس دلیل سے خیال ہو سکتا ہے کہ شاید قرآن کا نزول سات لغتوں پر ہوا ہو یا سات نہیں تو بہر حال متعدد لغتوں پر ہوا ہو۔ اس خیال کے صحیح نہ ہونے کی یہ وجوہات ہیں:

1- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا ارشاد اس خیال کے منافی ہے۔

2- کسی کلام میں چند ایک الفاظ کسی دوسری لغت کے آجانے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کلام دو لغتوں میں وارد ہوا ہے بلکہ وہ ایک ہی لغت پر شمار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ وہ الفاظ اگرچہ اصالۃً دوسری لغت کے ہوں، لیکن اس لغت میں بھی ان کا استعمال ہونے لگا ہو بالکل غیر معروف نہ ہو۔

قرآن کو سبعۃ احرف (اقسام اختلاف) پر نازل کئے جانے کی حکمتیں

1- امت کے لئے خصوصاً اہل عرب کے لئے سہولت و آسانی

2- حکم کا بیان

قرآن پاک میں ہے وان كان رجل يورث كلالة أوامرأة وله أخ أ واخت فلكل واحد منهما السدس اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے۔ وله اخ اواخت من ام. اس قراءت میں من ا م کے زائد ہونے سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ حکم میں بھائی بہنوں سے ماں شریک بھائی بہن مراد ہیں۔

3- دو مختلف حکموں کو جمع کرنا۔

مثلاً قرآن پاک میں ہے فاعتز لواالنساء في المحيض ولا تقربو هن حتى يطهرن . يطهرن ایک قراءت میں طاء کے سکون کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت میں طا کی تشدید کے ساتھ ہے۔ مشدد کا صیغہ عورتوں کے حیض سے طہارت میں مبالغہ کا معنی

دیتا ہے جس سے یہ بات حاصل ہوئی کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت جب غسل کر لے اس وقت اس سے قربت کی جائے۔

4- دو مختلف حالتوں میں دو مختلف شرعی حکموں پر دلالت

قرآن پاک میں ہے۔ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برئوسکم وارجلکم الی الکعبین اس آیت میں ارجلکم کی لام پر ایک قراءت میں نصب ہے، اور دوسری قراءت میں جر ہے۔

نصب کی صورت میں پاؤں دھونے کا حکم ہے جس وقت پاؤں ننگے ہوں اور جر کی صورت میں مسح کرنے کا حکم ہے۔ جبکہ پاؤں پر چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حکموں کو اسی طرح بتایا ہے۔

5- جو مراد نہ ہو اس کے وہم کا دفعیہ

آیت ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ اور دوسری قراءت میں ہے فامضوا الی ذکر اللہ

فاسعوا سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ تیز تیز چلنے کا حکم ہے حالانکہ وہ مراد نہیں ہے۔ اس وہم کا دفعیہ فامضوا کے لفظ سے ہو گیا۔ کیونکہ اس کے معنی میں تیزی اور سرعت شامل نہیں ہے۔

6- ایسے لفظ کا بیان جو بعض پر مبہم ہو۔

وتکون الجبال کالعھن المنفوش اور ایک اور قراءت میں ہے کالصوف المنفوش دوسری قراءت سے معلوم ہوا کہ عھن سے مراد صوف (اون) ہے۔

7- ایسے عقیدے کی وضاحت جس میں بعض لوگ گمراہ ہوئے۔

جنت کے بارے میں آیت ہے واذا رأیت ثم رأیت نعیما و ملکا کبیرا

ایک قراءت میں ملکا کی میم کا ضمہ اور لام کا سکون ہے جبکہ دوسری قراءت میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے۔ دوسری قراءت سے جنت میں مومنین کے لئے اللہ تعالی کا دیدار ہونا ثابت ہوا جس کا بعض بدعتی فرقے انکار کرتے ہیں۔

تنبیہ

اس موضوع سے متعلق وہ روایات جن میں کوئی ایسی تصریح یا قرینہ موجود نہیں جس کی وجہ سے ان کے کسی ایک قسم میں داخل ہونے کا حتمی قول کیا جاسکے تو ایسی روایات بہر حال انہی دونوں قسموں میں سے کسی قسم میں داخل ہیں۔ مثلاً

حاکم اور ابن حبان روایت کرتے ہیں۔

عن ابن مسعود قال اقرأني رسول الله صلى الله عليه وسلم سورة من آل حم فرحت الى المسجد فقلت لر جل اقرأ ها. فاذا هو يقرأ ها حروفا ما اقرأ ها فقال اقرأ نيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فانطلقنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبر نا ه فتغير وجهه وقال انما اهلك من قبلكم الاختلاف ثم اسر الى على شيئا فقال على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يا مركم ان يقرأ كل رجل منكم كما علم قال فانطلقنا و كل رجل يقرأ حروفا لا يقرؤها صاحبه

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حم والی ایک سورت سکھائی۔ پھر میں مسجد میں گیا اور میں نے ایک شخص کو وہی سورت پڑھنے کو کہا تو وہ اس کو ان حروف پر پڑھنے لگا جو میں نہیں پڑھتا تھا اور اس نے کہا کہ مجھے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو یہ بات بتائی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو اختلاف نے ہلاک کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کچھ سرگوشی کی تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اسی طرح قرآن پڑھے جس طرح اس کو سکھایا گیا ہے۔ تو ہم چلے آئے اور ہم میں سے ہر شخص ان حروف پر پڑھتا تھا جن پر دوسرا نہیں پڑھتا تھا۔

تاریخ قراءات متواترہ

اور چند ضروری مباحث

کتابی صورت میں جمع قرآن

قرآن کا مدار ہمیشہ سے ضبط و حفظ پر رہا ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضورؐ کے حکم اور ہدایت کے مطابق اس کو لکھتی رہتی تھی۔ اور چونکہ قرآن 23 سال کے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا تھا اس لئے قرآن کے نزول کے وقت ان میں سے جو لوگ حاضر ہوتے تھے وہ لکھ لیتے تھے۔ اس طرح حضورؐ کی حیات مبارکہ میں قرآن لکھا جا چکا تھا مگر ایک جگہ جمع نہ تھا بلکہ کاتبین کے پاس ہی متفرق طور سے لکھا ہوا تھا یا بعض حضرات نے اپنے طور پر لکھ رکھا تھا۔ صحابہ کرام کا اصل اعتماد حضورؐ کی تعلیم اور اپنے حفظ پر تھا اور ان میں سے بعض کو تمام اور بعض کو نصف، بعض کو چوتھائی اور بعض کو اس سے کم یا زیادہ یاد تھا اور ایسا کوئی نہ تھا جس کو چند سورتیں بھی یاد نہ ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 11ھ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ یمامہ کی لڑائی ہوئی اس میں قرآن کے پانچ سو سے زیادہ قراء شہید ہو گئے۔ اس سے حضرت عمرؓ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات سے قرآن معدوم نہ ہو جائے۔ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے درخواست کی کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کرائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے انکار کیا اور کہا کہ جو کام حضورؐ نے نہیں کیا میں اس کو کیسے کروں۔ مگر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متواتر توجہ دلانے سے آمادہ ہو گئے اور حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری کو اس خدمت پر مامور کیا۔ حضرت زیدؓ (اس کو ایک بہت بڑی ذمہ داری کا کام سمجھتے

ہوئے) کہتے ہیں۔ ''اگر مجھے پہاڑ کے اٹھانے کا حکم دیا جاتا تو اس سے آسان ہوتا۔'' حضرت زیدؓ نے حافظ ہونے کے باوجود ایک ایک آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی سے لکھی اور تمام قرآن کو جمع کر دیا، مگر وہ بھی متفرق صحیفے تھے جو پہلے حضرت ابو بکرؓ کے اور پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے اور آپ کی شہادت کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبضہ میں آئے۔

30 ہجری میں حضرت حذیفہؓ بن الیمان آرمینیہ و آذر بائیجان کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان قرآن کی ترتیب وغیرہ کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں اور ہر شخص اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت سے بہتر کہتا ہے اس سے جناب موصوف کو بے حد رنج ہوا اور آپ نے مدینہ میں حاضر ہو کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ ''اے امیر المومنین قرآن کے متعلق امت محمدی کا تفرقہ مٹایئے اور اس سے قبل کہ ان میں یہود و نصاریٰ کے مانند اختلاف ہو ان کی دست گیری کیجئے۔'' حضرت عثمانؓ نے وہ صحیفے حضرت حفصہؓ سے منگا کر حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری موصوف حضرت عبداللہؓ بن زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشامؓ اور حضرت سعیدؓ[1] بن العاص قرشیین کو ان کی نقلیں کرنے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ اگر کسی بات میں حضرت زیدؓ اور باقی حضرات کے درمیان اختلاف ہو تو اس کو لغت قریش میں لکھیں کیونکہ قرآن قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع و اتفاق سے آٹھ[2] نقلیں تیار ہو گئیں تو حضرت عثمانؓ نے ایک ایک نسخہ مکہ معظمہ، بصرہ، دمشق، کوفہ، یمن اور بحرین میں بھیج دیا اور ایک مدینہ منورہ میں اور ایک خاص اپنے لئے رکھ لیا۔ (اسی کا نام امام ہے اور اسی پر آپ کی شہادت کے وقت آپ کا خون گرا تھا۔ محقق ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں اس کو قاہرہ[3] میں دیکھا تھا اس وقت تک اس پر خون کے نشانات تھے)۔ انہیں قرآنوں کو

1۔ بعض روایات میں حضرت سعیدؓ کے بدلے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام ہیں یہ دونوں حضرت زید کے شاگرد تھے اور اس وقت جوان تھے۔ ممکن ہے کہ ان کو بھی بعد میں شریک و مددگار بنا لیا گیا ہو۔

2۔ اکثر اہل نقل چار نسخے بتاتے ہیں اور علامہ دانی نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور بعض نے سات بتائے ہیں۔

3۔ اب یہ مصحف قسطنطنیہ میں ہے۔

مصاحف عثمانیہؓ کہتے ہیں اور اس وقت کے صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ جو کچھ ان مصاحف میں نہیں ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

محقق ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ النشر میں فرماتے ہیں۔

فکتبت المصاحف علی اللفظ الذی استقرعلیه فی العرضة الاخیرة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم کما صرح به غیر واحد من ائمة السلف کمحمد بن سیرین و عبیدة السلمانی و عامر الشعبی. قال علی بن ابی طالب رضی الله عنه لو ولیت فی المصاحف ماولی عثمان لفعلت کما فعل ص۸ ج۱

مصاحف اس لفظ پر لکھے گئے جس پر عرضہ اخیرہ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو برقرار رکھا گیا تھا۔ (یعنی جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ نہیں ہوئے تھے) بہت سے ائمہ سلف مثلاً محمد بن سیرین، عبیدہ سلمانی اور عامر شعبی رحمھم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ "مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو میں بھی وہی کرتا۔"

محقق ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ النشر میں لکھتے ہیں۔

"ولا شك ان القرآن نسخ منه و غیر فیه فی العرضة الاخیرة فقد صح النص بذلك عنْ غیر واحد من الصحابة وروینا باسناد صحیح عن زربن حبیش قال قال لی ابن عباس ای القراء تین تقرأ قلت الاخیرة قال فان النبی صلی الله علیه وسلم کان یعرض القرآن علی جبریل علیه السلام فی کل عام مرة قال فعرض علیه القرآن فی العام الذی قبض فیه النبی صلی الله علیه وسلم مرتین فشهد عبدالله یعنی ابن مسعود ما نسخ منه وما بدل فقراء ة عبدالله الاخیرة

واذ قد ثبت ذلك فلا اشکال ان الصحابة کتبوا فی هذه المصاحف ماتحققوا انه قرآن وما علموه استقر فی العرضة الاخیرة وما تحققوا صحته عن النبی صلی الله علیه وسلم ممالم ینسخ وان لم تکن داخلة

في العرضة الاخيرة ولذلك اختلفت المصاحف بعض اختلاف اذ لو كانت العرضة الاخيرة فقط لم تختلف المصاحف بزيادة نقص و غير ذلك وتركوا ماسوى ذلك و لذلك لم يختلف عليهم الثان حتى ان علي بن ابي طالب رضي الله عنه لما ولي الخلافة بعد ذلك لم ينكر حرفا ولا غيره مع انه هو الراوي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يا مركم ان تقرؤ ا القرآن كما علمتم و هو القائل لو وليت من المصاحف ماولي عثمان لفعلت كما فعل

ثم ان الصحابة رضي الله عنهم لما كتبوا تلك المصاحف جردوها من النقط والشكل ليحتمله مالم يكن في العرضة الاخيرة مماصح عن النبي صلى الله عليه وسلم و انما اخلوا المصاحف من النقط والشكل لتكون دلالة الخط الواحد على كلا اللفظين المنقولين المسموعين المتلوين شبيهة بدلالة اللفظ الواحد على كلا المعنيين المعقولين المفهومين فان الصحابة رضوان الله عليهم تلقوا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما امره الله تعالى بتبليغه اليهم من القرآن لفظه و معناه جميعا ولم يكونوا ليسقطوا شيئا من القرآن الثابت عنه صلى الله عليه وسلم ولا يمنعوا من القرائة به (ص 32 ج ا النشر)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرضہ اخیرہ میں قرآن میں نسخ اور تغیر ہوا۔ اس کی تصریح صحیح سند سے بہت سے صحابہ سے منقول ہے۔ صحیح سند سے ہے زر بن حبیشؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا تم کون سی قراءت پڑھتے ہو تو میں نے جواب دیا کہ آخری والی پھر یہ وضاحت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کو ہر سال میں ایک مرتبہ قرآن پاک سناتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس سال آپ نے حضرت جبریل کو دو بار قرآن سنایا تو اس وقت جو کچھ نسخ اور تبدیلی ہوئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے شاہد اور گواہ ہیں اور ان کی قراءت آخری قراءت ہے۔

جب یہ ثابت ہوا تو اس میں کچھ اشکال نہیں رہا کہ ان مصاحف میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف وہی کچھ لکھا جس کی ان کو تحقیق تھی کہ وہ قرآن ہے اور جو عرضہ اخیرہ کے وقت قائم رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کی صحت ثابت تھی اور منسوخ نہیں ہوا تھا اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرضہ اخیرہ میں اس کو پڑھا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے مصاحف میں بعض اختلاف نظر آتا ہے۔ کیونکہ اگر قرآن فقط وہی ہوتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرضہ اخیرہ میں پڑھا تو مصاحف میں زیادت اور کمی کا اختلاف اور دیگر اختلاف نہ ہوتے اور صحابہ نے عرضہ اخیرہ میں جو کچھ پڑھا گیا تھا اس کے علاوہ کو ترک کر دیا ہوتا۔ اسی لئے صحابہ کے اس عمل پر کسی دو کا بھی اختلاف نہیں ہوا یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو خود اس بات کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم (میں سے ہر ایک) اس طرح قرآن پڑھو جیسے تم سکھلائے گئے ہو جب انہوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو نہ کسی حرف کو غلط کہا اور نہ ہی اس میں کچھ تبدیلی کی اور فرمایا کہ ”مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو میں بھی وہی کرتا“

پھر صحابہ نے جب یہ مصاحف لکھے تو نقطہ واعراب سے ان کو خالی رکھا تاکہ ان میں وہ قراءتیں بھی شامل ہو جائیں جو اگرچہ عرضہ اخیرہ میں پڑھی نہیں گئیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہیں۔ انہوں نے مصاحف کو جو نقطہ واعراب سے خالی رکھا تو اس وجہ سے کہ ایک ہی خط کی دلالت دو منقول و مسموع اور متلو لفظوں پر ہو جائے جیسا کہ ایک لفظ (مشترک) کی دو معقول و مفہوم معانی پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کچھ سیکھا جس کو لفظ و معنی سمیت ان تک پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا اور صحابہ ایسے نہیں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت قرآن میں سے کچھ ساقط کر دیتے اور اس طرح اس کی قراءت سے روکنے والے بن جاتے۔

یہاں ہم ایک اشکال کا دفعیہ کرتے ہیں۔

اشکال

محقق ابن جزری رحمۃ اللہ نے عرضہ اخیرہ میں قرآن میں نسخ و تغیر ہونے کی تصریح کی ہے اور مولانا تقی عثمانی مدظلہ مقدمہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ

"اس موقعہ پر بہت سی قراءتیں منسوخ کردی گئیں اور صرف وہ قراءتیں باقی رکھی گئیں جو آج تک تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آتی ہیں۔"

نیز علوم القرآن میں فرماتے ہیں۔"اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے منسوخ قرار دے دی گئی تھی۔"

جواب

ہم کہتے ہیں کہ مولانا کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءات عشرہ جو آج تک تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آتی ہیں ان کے علاوہ باقی قراءتیں عرضہ اخیرہ کے وقت منسوخ ہوگئی تھیں۔ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ امام ابو محمد مکی فرماتے ہیں کہ "کتابوں میں ان ستر صاحب اختیار ائمہ کی قراءات مذکورہ میں جو قراء سبعہ سے مقدم تھے" اور محقق نے اپنے اس قول میں نہ تو یہ تصریح کی ہے کہ عرضہ اخیرہ میں مرادفات کا نسخ ہوا اور نہ ہی اس کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ اور قسم کی قراءات منسوخ ہوئی تھیں۔ انہیں نے صرف نسخ اور تغیر کا ذکر کیا ہے اور جیسا کہ ہم حروف سبعہ کی شرح میں وضاحت سے ذکر چکے ہیں اس نسخ و تغیر کا اصل مصداق صرف مرادفات ہیں۔ کسی اور قراءت کو منسوخ ماننا محتاج دلیل ہے۔ زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم دو میں سے کونسی قراءت پڑھتے ہو اور میں نے کہا آخری اس کو مرادفات کے علاوہ بعض دیگر قراءات کے نسخ پر دلیل بنانا واضح بھی نہیں ہے اور صحیح بھی نہیں۔

صحابہ کرامؓ اور تابعین میں سے شیوخ قراءات

صحابہ کرامؓ سب کے سب قاری[1] تھے پھر ان میں سے بعض حافظ اور بعض

[1] آج کل قاری اسے کہتے ہیں جو سبعہ یا عشرہ قراءات جانتا ہو اور حافظ سے اس کا مرتبہ ارفع و اعلیٰ تصور ہوتا ہے۔ صدر اول میں ہر قرآن پڑھنے والے کو قاری کہتے تھے اور حافظ کا درجہ اس سے بہت بلند تھا۔

خصوصیت کے ساتھ معلم قراءات تھے۔امام ابو عبید قاسمؒ بن سلام ان معلمین قراءات کے متعلق کتاب القراءات میں کہتے ہیں ”مہاجرین میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت سالمؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن السائب، امہات المومنین حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن اور انصار میں سے حضرت ابیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ابوزیدؓ، حضرت مجمع بن جاریہؓ، حضرت انس بن مالکؓ سے وجوہ قراءات منقول ہیں۔“اسی گروہ میں سے حضرت عیاشؓ اور آپ کے فرزند ابو لحارث عبداللہ بن عیاش قرشیؓ، حضرت فضالہ بن عبید انصاریؓ اور حضرت واثلہ بن اسقع لیثیؓ ہیں۔

ان میں سے اکثر حضرات نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست اور بعض نے دوسرے صحابہ کے واسطہ سے قرآن پڑھا تھا اور تمام جماعت روزانہ حضورؐ کی زبان مبارک سے سنتی رہتی تھی۔اس برگزیدہ جماعت نے ہر حرکت واسکان اور حذف واثبات کو حضورؐ سے ضبط کیا تھا اور جس طرح پڑھا تھا اسی طرح تابعین کو پڑھا دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرآن پڑھانے والے تابعین عظام ہیں جو اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں موجود تھے۔ان میں سے پانچوں اسلامی مرکزوں میں حسب ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قراءات کے معلم تھے۔

مدینہ طیبہ میں حضرت امام زین العابدینؒ، سید التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت عروۃ بن زبیرؒ، حضرت سالمؒ بن عبداللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت سلیمان بن یسار و حضرت عطا بن یسارؒ حضرت معاذ بن الحارث معروف بمعاذ قاری، حضرت امام محمد باقرؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ، حضرت محمد بن شہاب الزہری، حضرت مسلم بن جندب ہذلی قاضی، حضرت زید بن اسلم، حضرت یزید بن رومان، حضرت صالح بن خوات، حضرت عکرمہ بربری مولی حضرت ابن عباسؓ، حضرت امام جعفر صادقؒ وغیرہ۔

مکہ معظمہ میں حضرت عبید بن عمیر، حضرت عطاء ابن ابی رباح، حضرت طاؤسؒ،

حضرت مجاہد بن جبرؒ، حضرت عکرمۃ بن خالدؒ، حضرت ابن ابی ملیکہؒ، حضرت درباسؒ، مولی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ

کوفہ میں حضرت علقمۃ بن قیس، حضرت اسود بن یزید، حضرت عبیدۃ بن عمرو، حضرت عمرو بن شرحبیل، حضرت مسروق بن اجدع، حضرت عاصم بن ضمرۃ سلوئیؒ، حضرت زید بن وہبؒ، حضرت حارث بن قیس، حضرت حارث بن عبداللہ الاعور ہمدانی، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت عمرو بن میمون، حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی، حضرت زر بن حبیش، حضرت سعد ابن الیاس، حضرت عبیذ بن نضیلہ، حضرت ابو زرعۃ بن عمرو بن جریر حضرت سعید جبیر والبی، حضرت ابراہیم بن یزید بن قیس، حضرت عامر شعبی حضرت حمران بن اعین، حضرت ابواسحاق سبیعی، حضرت طلحہ بن مصرف، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قاضی، حضرت منصور بن معتمر بن مقسم ضبی ضریر حضرت زائدۃ بن قدامہ حضرت منہال بن عمرو اسدی وغیرہ

بصرہ میں حضرت عامر بن عبدا قیس، حضرت ابوالعالیہؒ، حضرت ابوالرجاء، حضرت نصر ابن عاصم، حضرت قتادہ، حضرت ابو الاسود دولی، حضرت عطانؒ بن عبداللہ رقاشی وغیرہ۔

دمشق میں حضرت مغیرۃ بن ابی شہاب اور حضرت خلیدؒ بن سعد وغیرہ۔

ان میں سے بعض نے حضرات صحابہ کرام سے براہ راست اور بعض نے تابعین کے واسطہ سے قرآن پڑھا تھا اور ہر حرف کو ضبط کیا تھا پھر بعض نے اپنا تمام وقت اور بعض نے اکثر اور بعض نے ایک حصہ خدمت قرآن کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

صاحب اختیار ائمہ قراءات

انہیں تابعین اور تبع تابعین میں سے وہ حضرات ہیں جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر کے اپنے آپ کو خدمت قرآن کے لئے وقف کر دیا۔ حصول قراءات اور ان کے ضبط و حفظ میں انتہائی جدوجہد کی حتی کہ مقتدائے روزگار ائمہ بن گئے۔ ان میں سے بعض نے کئی کئی صحابہ کرامؓ سے اور بعض نے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے اور بعض نے صرف تابعین سے اور بعض

نے تابعین اور تبع تابعینؒ سے قرآن پڑھا۔ ان ائمہ میں سے ہر ایک نے اپنے اساتذہ کی تعلیم کردہ وجوہ قراءات میں سے عربیت میں اقویٰ اور موافق رسم وجوہ سے اپنے لئے جدا جدا قراءات اختیار کر لیں اور عمر بھر انہی کو پڑھتے پڑھاتے رہے۔ تمام مفسرین و محدثین اور جملہ فقہاء و مجتہدین ان کی اختیار کردہ قراءتوں کو بلا عذر قبول کرتے تھے اور مذکورہ بالا اسلامی مرکزوں میں سے کوئی شخص ان کے ایک حرف کا بھی انکار نہیں کرتا تھا۔ بلکہ دوسری صدی سے دنیائے اسلام میں وہی پڑھی اور پڑھائی جانے لگیں۔ اسلامی ممالک کے بعید ترین علاقوں سے اور ہر شہر و قصبہ سے طلباء سفر کر کے ان سے پڑھنے آتے تھے اور ان قراءتوں کو ان کے نام سے منسوب کرتے تھے جو آج تک انہی کے نام سے معنون چلی آتی ہیں۔ ان صاحب اختیار حضرات میں سے..........

مدینہ منورہ میں امام ابو جعفر یزیدؒ بن القعقاع قاری، امام شیبۃ بن النصاح قاضی اور ان کے بعد امام نافع بن عبدالرحمٰن تھے۔

مکہ معظمہ میں امام عبداللہ بن کثیر، امام حمید بن قیس الاعرج امام محمد بن عبدالرحمٰن بن محیصن سہمی۔ کوفہ میں امام یحییٰ بن وثاب اسدی، امام عاصم بن ابی النجود، امام سلیمان بن مہران الاعمشؒ، ان کے بعد امام حمزہ بن حبیب الزیات، پھر امام ابوالحسن علی الکسائی پھر امام خلف بن ہشام البزار تھے۔

بصرہ میں امام عبداللہ بن ابی اسحٰق حضرمی، امام عیسیٰ بن عمرؒ ہمدانی ضریر، امام ابو عمروؒ بن العلاءؒ ان کے بعد امام عاصمؒ بن حجاج حجدری، پھر امام یعقوبؒ بن اسحاق حضرمی تھے۔

اور دمشق میں امام عبداللہ بن عامر، امام عطیہؒ بن قیس کلابی، امام اسمٰعیلؒ بن عبداللہ بن مہاجر ان کے بعد امام یحیی بن حارث ذماری، پھر امام شریح بن زید حضرمی مشہور صاحب اختیار ائمہ تھے۔

اختیار قراءات کا یہ سلسلہ بے حد وسیع تھا جو صدیوں جاری رہا اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے صاحب اختیار ائمہ پیدا ہوئے۔ امام ابو محمد مکی کہتے ہیں۔ "کتابوں میں ان ستر صاحب اختیار ائمہ کی قراءات مذکور ہیں جو قراء سبعہ سے مقدم تھے۔" اس سے قیاس کریں کہ ان کے ہم مرتبہ اور ان سے کم اور کمتر کتنے ائمہ ہوں گے۔

ائمہ کے تلامذہ اور رواۃ ان گنت تھے اور پھر ان میں سے ہر ایک کی جانشین ایک قوم بنی جن کی تعداد خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی مصنف کی یہ طاقت ہے کہ ان کا پورا شمار کر سکے۔

صاحب اختیار ائمہ قراءات سبعہ کے صرف دو دو شاگرد جو زیادہ معروف ہوئے ذکر کیے جاتے ہیں۔ یہ راوی کہلاتے ہیں اور پھر راویوں سے مثلاً علامہ دانی صاحب تیسیر رحمۃ اللہ علیہ تک جن واسطوں سے قراءات پہنچیں ان کو طرق کہتے ہیں۔

قاری	راوی	طرق
1- نافع مدنی	1- قالون	1- ابو نشیط، 2- ابو حسان، 3- ابن بویان، 4- ابراہیم بن عمر مقری، 5- عبدالباقی، 6- ابو الفتح
	2- ورش	1- ازرق، 2- نحاس، 3- تجیبی، 4- ابوالقاسم خاقانی
2- ابن کثیر مکی	1- بزی	1- ابو ربیعہ، 2- نقاش، 3- ابوالقاسم فارسی،
	2- قنبل	1- ابن مجاہد، 2- ابو احمد سامری، 3- ابو الفتح
3- ابو عمرو بصری	1- دوری	1- ابن عبدوس، 2- ابن مجاہد 3- عبدالواحد، 4- ابوالقاسم فارسی،
	2- سوسی	1-ابن جریر، 2- ابو احمد سامری، 3-ابو الفتح
4- ابو عامر شامی	1- ہشام	1- الحلوانی، 2- ابن عبدان
	2- ابن ذکوان	1- اخفش، 2-نقاش، 3-ابوالقاسم فارسی
5- عاصم کوفی	1- ابو بکر	1- یحیٰی، 2- صریفینی، 3- الاصم، 4- ابراہیم بن عبدالرحمٰن، 5- عبدالباقی، 6-ابو الفتح،
	2- حفص	1-عبید، 2-شنانی، 3-ہاشمی، 4-ابو الحسن
6- حمزہ	1- خلف	1-ادریس حداد، 2-ابن بویان، 3-حرتکی، 4-ابو الحسن

	2- خلاد	1-جوہری،2-ابن شنبوذ،3-ابواحمد سامری،4-ابوالفتح
7- کسائی	1- ابوالحارث	1-کسائی صغیر، 2- بطی، 3- زید بن علی، 4- عبدالباقی،5-ابوالفتح
	2- دوری	1-ابوالفضل،2-ابن جلندا،3-عبدالباقی،4-ابوالفتح

سلسلہ اختیار کی وجہ

کلمات قرآنی کی دو قسمیں ہیں۔ایک متفق علیہ جن کو تمام صحابہ کرامؓ نے ایک طرح پڑھا ہے۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا دوسری مختلف فیہ جن کو صحابہ کرامؓ نے لغوی اختلاف یا نحوی وجوہ کی بناء پر مختلف طرح پڑھا ہے۔

دونوں قسم کے الفاظ منزل من اللہ اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابیؓ نے صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح کے ساتھ پڑھنا سیکھا۔ دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح کے ساتھ سیکھا۔ تیسرے نے بغیر صلہ، ادغام، تسہیل اور امالہ کے ساتھ پڑھنا سیکھا۔ اس طرح اور بہت سے شکلیں ہو سکتی ہیں۔

مثلاً ان چار اختلافی وجوہ میں کل سولہ شکلیں بنتی ہیں جو یہ ہیں۔

1-	صلہ	اظہار	تسہیل	فتح
2-	،	ادغام	،	،
3-	،	اظہار	تحقیق	،
4-	،	ادغام	،	،
5-	،	اظہار	تسہیل	امالہ
6-	،	،	تحقیق	،
7-	،	ادغام	تسہیل	،
8-	،	،	تحقیق	،
9-	ترک صلہ	اظہار	تسہیل	فتح

10-	٭	ادغام	٭	٭
11-	٭	اظہار٭	تحقیق	٭
12-	٭	ادغام	٭	٭
13-	٭	اظہار	تسہیل	امالہ
14-	٭	٭	تحقیق	٭
15-	٭	ادغام	تسہیل	٭
16-	٭	٭	تحقیق	٭

ان چار قسم کے اختلافات میں اتنی بہت سی شکلیں بن گئیں۔ ان کے ساتھ جب ہم دیگر اختلافات کو بھی ملائیں۔ خواہ وہ اصول کے ہوں جیسے مد و قصر اور تفخیم اور ترقیق اور یاء ات اضافت کا اختلاف حرکت و اسکان یا حذف و اثبات وغیرہ یا وہ فرش کے ہوں جیسے حذف و اثبات یا افراد و جمع یا معروف و مجہول وغیرہ تو پھر اور بہت سی شکلیں بن سکتی ہیں۔ چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہٖ واجب نہ تھی لہٰذا تابعینؒ و تبع تابعینؒ نے اپنے اساتذہ کی قراءات سے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے نئی ترتیب سے قراءات اختیار کرلیں۔ یعنی ممکنہ شکلوں میں سے دوسری شکلیں اختیار کرلیں۔ اسی وجہ سے صدر اول کی قراءات کا کوئی شمار نہیں بتایا۔ محقق کہتے ہیں۔ ''امام ابو عبیدؒ، قاضی اسمٰعیلؒ اور امام ابو جعفرؒ ابن جریر طبری نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم وہ پندرہ قراءات بیان کی ہیں جو صحابہ کرامؓ کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں اور جن سے وہ نماز پڑھتے تھے۔

قراءت، روایت اور طریقہ کا فرق

اگر کسی قراءت کے تمام راوی اس پر متفق ہیں تو یہ قراءت کہلاتی ہے اور اگر کسی قراءت کے رواۃ میں اختلاف ہے مگر روایت کے طرق متحد ہیں تو یہ روایت کہلاتی ہے اور اگر راوی کے شاگردوں میں اختلاف ہے خواہ کسی طبقہ میں ہو تو یہ طریقہ کہلاتا ہے۔

مثلاً امام عاصم سے جب ان کے تمام شاگرد یعنی راوی مثلاً حفص اور شعبہ ان کی کسی

اختیار کردہ قراءت پر متفق ہوں تو وہ قراءت کہلاتی ہے۔اور اگر ان کی کسی اور اختیار کردہ قراءت کو نقل کرنے میں ان کے شاگردوں کا اختلاف ہو مثلاً حفص اس کو روایت کرتے ہوں شعبہ نہ کرتے ہوں تو یہ امام عاصم سے حفص کی روایت کہلائے گی۔اسی طرح شعبہ امام عاصم کی کسی اختیار کردہ قراءت کو نقل کرتے ہوں جس کو حفص نقل نہ کرتے ہوں تو وہ امام عاصم سے شعبہ کی روایت کہلائے گی۔

پھر مثلاً حفص کی روایت بھی اس وقت کہلائے گی جب حفص کے تمام شاگرد اس کو نقل کرنے میں متفق ہوں۔اگر ان کے شاگردان سے کوئی اور قراءت نقل کرنے میں مختلف ہوں جیسے عبید ایک طرح سے پڑھتے ہوں اور دیگر شاگرد دوسرے طریقے سے پڑھتے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کے نقل کردہ کو طریقہ کہتے ہیں۔

غرض یہ کہ قراءت ہو یا روایت یا طریقہ وہ سب در حقیقت امام عاصم سے ہی منقول ہوں گے لیکن جس قراءت میں نیچے تک اتفاق ہو اس کو تو امام عاصم کی قراءت کہتے ہیں اور جس میں حفص و شعبہ کا اختلاف ہو لیکن پھر ان کے شاگرد سب متفق ہوں تو اس کو حفص یا شعبہ کی روایت کہتے ہیں اور جس قراءت میں ان کے شاگردوں کا بھی باہم اختلاف ہو تو اس کو مثلاً طریقہ عبید کہتے ہیں۔

خلاصہ کلام

یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ جن جن وجوہ پر قرآن پڑھتے تھے وہ سب صحیح اور منزل من اللہ تھیں یعنی ہر صحابیؓ کو جو حرف حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا۔وہ ان کے لئے کسی کی تائید و تصدیق اور کسی گواہ کے بغیر بھی حجت تھا۔ پھر جب صحابہ کرامؓ نے مصاحف عثمانیہ پر اجماع کر لیا تو امت کے لئے ان کا اتباع ضروری ہو گیا۔

حضرات تابعینؒ کبار نے صحابہ کرام سے قرآن پڑھا اور مصاحف عثمانیہ کے مطابق تابعینؒ و تبع تابعینؒ کو پڑھایا۔ان دونوں جماعتوں کے متعدد حضرات نے کئی کئی شیوخ سے قرآن پڑھا اور مشہور وجوہ کا انتخاب کر کے اپنے لئے جدا جدا قراءات اختیار کر لیں اور رسم الخط کا اتباع کرتے ہوئے اپنے اختیار میں آحاد اور غیر مشہور سے اجتناب کیا کیونکہ ان کے

بعض واسطوں کے غیر ثقہ یا غیر عادل ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں شذوذ و ضعف پیدا ہو گیا تھا اور نیز انہوں نے عربیت میں اقوی وجہ کا لحاظ رکھا۔

ضابطہ قراءات

ائمہ کے تلامذہ اور پھر ان کے تلامذہ میں سے بعض ضبط و اتقان روایت و درایت وغیرہ میں کامل امام اور حجت تھے اور بعض میں کسی وصف کی کمی تھی جس سے کچھ اختلاف کا اندیشہ ہونے لگا اس وقت محقق علمائے امت اور مجتہدین ملت کتاب اللہ کی خدمت کے لئے کھڑے

1 یعنی نحوی وجوہ میں سے کسی وجہ سے موافق ہو خواہ وہ فصیح ہو یا افصح۔ یہ مراد نہیں کہ نحاۃ میں سے کوئی اس کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ نحاۃ نے بعض قراءات کا انکار کیا ہے مگر ائمہ قراءۃ ان کے انکار کی ایک ذرہ کے برابر پرواہ نہیں کرتے، چنانچہ بَارِئِكُمْ. يَأْمُرُكُمْ. لِسبأ. مكر السيئ وغیرہ کے اسکان۔ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ. اِذْ تَّلَقَّوْنَ وغیرہ (بقراءۃ بزی) شَهْرُ رَّمَضَانَ عَفْوٌ وَّ اَمْرُ وغیرہ (بقراءت سوسی) فَمَا اسْطَّاعُوْا (بقراءۃ حمزہ) نِعِمَّا لَايَهِدِّيَ کے اجتماع ساکنین كُنْ فَيَكُوْنَ کے نصب وَالْاَرْحَامِ کے حفص عن سَاْقَيْهَا کے ہمزہ وَاِنَّ الْيَاسَ کے وصل اور بعض دیگر حروف کا بعض نحوی انکار کرتے ہیں علامہ دانی بَارِئِكُمْ کے اسکان پر سیبویہ کا اعتراض نقل کر کے جامع البیان میں کہتے ہیں۔ ''اسکان نقلا اصح او ادا اکثر کا مذہب اور میرے نزدیک مختار ہے۔ میں اسی کو لیتا ہوں۔'' پھر ائمہ کے اقوال نقل کر کے کہتے ہیں۔''ائمہ قراءۃ قرآن کے کسی حرف میں اس پر عمل نہیں کرتے جو لغت میں زیادہ مشہور اور عربیت میں اقیس ہو بلکہ اس پر عمل کرتے ہیں جو اثراً اثبت اور نقلا و روایتا اصح ہو اور جب اس طرح کوئی حرف ثابت ہو جائے تو اس کو نہ عربیت کا قیاس رد کر سکتا ہے اور نہ لغت کی شہرت کیونکہ قراءت سنت متبعہ ہے جس کا قبول کرنا واجب اور اس پر لازم ہے۔''

2 مثلاً قالو ا اتخذ الله (بقر) مصحف شام میں بلا واؤ۔ تجری من تحتها (توبہ) مصحف مکہ میں بزیادۃ من، خیر امنهما (کہف) مصاحف حجاز و شام میں بزیادۃ میم تشنیہ اور فان الله الغنی (حدید) مصحف مدینہ اور شام میں بغیر ھو امر سوم تھا۔

3 احتمالی موافقت سے ہمارے ائمہ کی مراد یہ ہے کہ بعض کلمات میں بعض قراءات رسم کے صریحاً مطابق ہوتی ہیں اور بعض تقدیراً جیسے ملك تمام مصاحف میں بلا الف رسوم ہے پس قراءۃ حذف صریحاً اور قراءۃ الف احتمالاً موافق ہے اور النشاة بالف مرسوم ہے۔ پس قراءۃ مد صریحاً اور قراءۃ قصر احتمالاً موافق ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ہمزہ خلاف قیاس بصورت الف لکھا گیا ہو اور بعض کلمات میں تمام قراءات احتمالاً موافق ہوتی ہیں جیسے السمٰوٰت. الصّٰلِحٰت وَالَّيْلِ. الصَّلٰوة. الزكوٰة. الربوا. وغیرہ میں اور جیسے وجآئ دو جگہ بالف مرسوم ہے اور بعض کلمات میں تمام قراءات صریحاً مطابق ہوتی ہیں۔ جیسے اَنْصَارَ اللّٰهِ. فَنَادَتْهُ. تَعْلَمُوْنَ. هيت. ان نعف. نعذب وغیرہ کیونکہ مصاحف عثمانی نقاط و اعراب سے مجرد تھے۔

ہو گئے انہوں نے طرق و روایات کو جانچا حروف کی پڑتال کی۔ متواتر کو آحاد سے، مشہور کو شاذ سے، اور صحیح کو فاسد سے ممتاز کیا اور ان میں فرق کرنے کے لئے ارکان واصول مقرر کئے اور قبول قراءات کا حسب ذیل ضابطہ بنایا جو تین ارکان پر مشتمل ہے جو یہ ہیں۔

1- قراءت عربیت کے موافق ہو اگرچہ یہ موافقت بوجہ 1 ہو۔

2- مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک 2 کے رسم الخط کے مطابق ہو خواہ یہ مطابقت احتمالاً 3 ہو۔

3- صحیح و متصل سند سے ثابت ہو اور ائمہ فن کے یہاں مشہور 1 ہو۔

جس قراءت میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہوں وہ قراءت صحیح اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا۔

محقق" کہتے ہیں۔ "جو قراءۃ اس طرح ثابت ہو یعنی اس ضابطہ پر پوری اترتی ہو اس کا رد و انکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے خواہ ائمہ سبعہ کی قراءات ہوں یا عشرۃ کی ہوں یا ان کے علاوہ کی ہوں اور اگر مذکورہ ارکان ثلثہ میں سے کوئی رکن مختل ہو جائے تو وہ ضعیف شاذ یا فاسد و باطل ہے خواہ سبعہ سے ہو یا مافوق سبعہ سے ہو۔ تمام محققین ائمہ سلف و خلف اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔

حافظ ابو عمر و دانی، ابو محمد مکی مہدوی نے یہی تصریح کی ہے باقی تمام متقدمین کا بھی یہی مذہب ہے اور ان میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں۔"

حافظ ابو شامہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں۔ "ہر اس قراءت کو جو ائمہ سبعہ کی جانب منسوب ہو اور صحیح کہلاتی ہو اسی وقت منزل من اللہ اور صحیح کہہ سکتے ہیں۔ جب وہ اس ضابطہ میں آجائے اور ضابطہ کے ساتھ مطابقت کی صورت میں کوئی مصنف اس کی نقل میں متفرد نہیں ہو سکتا اور نہ وہ کسی امام سے مختص ہو سکتی ہے۔ اصل اعتماد ان اوصاف ثلثہ پر ہے نہ انتساب پر۔ اور بیشک ہر قراءت میں خواہ سبعہ میں سے ہو یا غیر سبعہ سے صحیح اور شاذ دونوں قسم کی وجوہ پائی جاتی ہیں۔ البتہ قراءات سبعہ میں شہرت اور متفق علیہ صحیح وجوہ کی کثرت گی

---

1 مقصد یہ ہے کہ اس قراءۃ کو عادل ضابط نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے مثل سے روایت کرتے ہوں۔ اور ائمہ ضابطین کے نزدیک مشہور بھی ہو۔ یعنی غلط اور شاذ نہ سمجھی جاتی ہو۔

وجہ سے طمانیت اور میلان خاطر زیادہ ہوتا ہے۔"

صحت قراءت کیلئے بعض متاخرین کا تواتر کو شرط کہنا صحیح نہیں

ابو شامہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں۔ "متاخرین مقریوں اور ان کے مقلدین کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ قراءات سبعہ بتمام و کمال متواتر ہیں یعنی قراء سبعہ سے جو حرف منقول ہے وہ متواتر منزل من اللہ اور واجب التسلیم ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں مگر صرف ان حروف کے بارے میں جن کو ائمہ سے نقل کرنے میں تمام طرق اور رواۃ متفق ہیں اور کوئی منکر نہیں۔ جبکہ بعض حروف میں تفرقہ و اختلاف شائع اور مشہور ہے۔ پس اس حال میں کم از کم ان حروف کے اندر تو یہ ضابطہ ماننا پڑے گا جن میں تواتر ثابت نہیں ہوا۔"

محقق ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ "بعض متاخرین نے صحت قراءۃ کے لئے رسم و عربیت کی موافقت کے ساتھ تواتر کی شرط لگائی ہے اور صحت سند کو کافی نہیں سمجھا۔ وہ کہتے ہیں کہ تواتر کے بغیر قرآن ثابت نہیں ہو سکتا، مگر ان لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب کوئی حرف تواتر سے ثابت ہو جائے تو اس کے لئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی بلکہ اس کا قبول کرنا بلا شرط واجب ہے، کیونکہ وہ قطعاً قرآن ہے۔ لیکن جب ہم ہر حرف کے لئے تواتر کی شرط لگا دیں تو قراء سبعہ کی بہت سی اختلافی وجوہ مرتفع ہو جائیں گی۔ (یعنی ان کے ثبوت کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہے گی) پہلے میرا بھی یہی خیال تھا مگر جب مجھے اس کی خرابی معلوم ہوئی تو میں نے ائمہ سلف کی رائے کی جانب رجوع کر لیا۔"

حضرت محقق" نے متاخرین کی جس رائے کا ذکر کیا ہے وہ چھٹی صدی کے بعد بعض علمائے مصر نے قائم کی تھی۔ جس پر وہ صدیوں قائم رہے، چنانچہ علامہ سید" غیث النفع میں کہتے ہیں۔ "مذاہب اربعہ کے فقہا اور اصولی اور تمام محدثین و قراء کا مذہب ہے کہ صحت قراءۃ کے لئے تواتر شرط ہے۔" اس کے بعد مذکورہ بالا ضابطہ نقل کر کے وہ ان الفاظ سے اس کی تردید کرتے ہیں۔ "یہ بدعت ہے جس سے غیر قرآن، قرآن کے مساوی ہو جاتا ہے۔ اور اختلاف قراءۃ سے تواتر کے ثبوت میں کوئی خرابی نہیں آتی کیونکہ ایک قراءۃ کسی قوم کو متواتراً پہنچی اور دوسری کو نہیں پہنچی۔ اسی وجہ سے کسی قاری نے دوسرے کی قراءت نہیں

پڑھی۔ کیونکہ وہ اس کو تواتر کے طریق سے نہیں پہنچی تھی۔" الخ پھر کہتے ہیں۔" جو متواتر نہیں وہ شاذ ہے اور اس وقت عشرہ کے علاوہ ہر قراءت شاذ ہے۔

سیدؒ نے شدت سے کام لیا ہے ورنہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ایسا کہنا صحیح نہیں:

اول: اصولی فقہاء و محدثین کہتے ہیں کہ قرآن متواتر ہے یہ نہیں کہتے کہ اس کی ہر اختلافی وجہ متواتر ہے۔ باقی رہے قراء تو ان میں سے مشاہیر ائمہ کا مسلک اوپر بیان ہوا اور حضرت محققؒ کی اس تصریح کے بعد کہ جملہ اسلاف کا یہی مذہب ہے اور ان میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں سیدؒ کا پہلا دعویٰ قابل قبول نہیں۔

دوم: قراءات سبعہ اور عشرہ کی ہر اختلافی وجہ کے متواتر ہونے کا کسی نے دعویٰ بھی نہیں کیا بلکہ علامہ دانیؒ وغیرہ کی تصریحات اس کے متواتر ہونے کے خلاف موجود ہیں۔

سوم: کسی وجہ کے غیر متواتر ہونے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ وہ ضرور شاذ ہے جبکہ ان کے درمیان صحیح و مشہور کا مرتبہ اور موجود ہے۔ خود سیدؒ اور دیگر شیوخ مصر نے اپنی کتابوں میں ایسی وجوہ بیان کی ہیں۔ اور سیدؒ کا یہ کہنا کہ کسی قاری نے دوسرے کی قراءۃ اس لئے نہیں پڑھی کہ وہ اسے تواتر سے نہیں پہنچی بے معنی بات ہے۔ شاید وہ رواۃ اور طرق کے اختلاف کے بارہ میں بھی یہی کہیں گے حالانکہ وہاں تو شیخ اور امام ایک ہی ہے اور آیا یہ ممکن ہے جو وجہ عاصمؒ اور ابن کثیرؒ کو تواتر سے پہنچی ہو وہ بصریؒ کو جو ان کے شاگرد ہیں نہیں پہنچی اور جو حرف حمزہؒ کو پہنچا وہ کسائیؒ کو نہیں پہنچا حالانکہ یہ امام حمزہ کے شاگرد ہیں۔ ہرگز نہیں۔

حق بات وہی ہے جو ائمہ سلف نے بیان کی اور نتیجہ بحث یہ ہے کہ قرآن میں جو الفاظ پڑھے جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

(1) جو سب کے نزدیک بالاتفاق متواتر ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔

(2) جو ایک جماعت کے نزدیک متواتر ہو۔ جن حضرات کو تواتر سے پہنچی ان کے طرق کا اس پر اجماع واتفاق ہونا چاہئے۔

ان دونوں قسموں کے الفاظ کے لئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، مگر امر واقع میں ناممکن ہے کہ یہ عربیت کی کسی وجہ کے اور رسم کے احتمالاً

مطابق نہ ہوں کیونکہ متواتر ہونے کی صورت میں اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونا اور اس کا منجانب اللہ ہونا قطعی ہوگا جو عربیت کے مخالف نہیں ہو سکتا۔

(3) صحیح و مشہور جس کو حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ و ضابط و عادل بسند متصل روایت کریں اور ائمہ فن کے نزدیک مشہور ہو مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو اس کو اسی شرط سے قبول کیا جائے گا کہ وہ اس ضابطہ کے موافق ہو ورنہ ضعیف و شاذ و یا باطل ہے۔ کمامر

اشکال

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صاحب اختیار تک تواتر شرط نہیں ہے صرف صحت نقل کافی ہے تو قراءات کو متواتر کیونکر کہا جا سکتا ہے؟

حل: مناهل العرفان فی علوم القرآن میں عبدالعظیم زرقانیؒ لکھتے ہیں۔

ان هذه الارکان الثلاثة تکاد تکون مساویة للتواتر فی افادة العلم القاطع بالقراء ات المقبولة. بیان هذه المساواة ان مابین دفتی المصحف متواتر و مجمع علیه من الائمة فی افضل عهودها و هو عهد الصحابة فاذا صح سند القراء ة و وافقت قواعد اللغة ثم جاء ت موافقة لخط هذا المصحف المتواتر کانت هذه الموافقة قرینة علی افادة هذه الروایة للعلم القاطع وان کانت احادا ولا تنس ماهو مقرر فی علم الاثر من ان خبرالآحاد یفید العلم اذا احتفت به قرینة توجب ذلك

فکان التواتر کان یطلب تحصیله فی الاسناد قبل ان یقوم المصحف وثیقة متواترة بالقرآن. اما بعد وجود هذا المصحف المجمع علیه فیکفی فی الروایة صحتها و شهر تها حتی وافقت رسم هذا المصحف و لسان العرب.

قال صاحب الکواکب الدریة نقلا عن المحقق ابن الجزری مانصه قولنا "وصح سندها" نعنی به ان یروی تلك القراء ة العدل الضابط عن مثله و هکذا حتی ینتهی و تکون مع ذلك مشهورة عند ائمة هذا الشان

الضابطين له غير معدودة عند هم من الغلط او مماشذبه بعضهم۔

(ص 421، 420)

ترجمہ: مقبول قراءات کے بارے میں (ضابطہ کے) یہ تین ارکان علم قطعی کا فائدہ دینے میں تواتر کے مساوی ہیں۔ اس مساوات کا بیان یہ ہے کہ مصحف کے اندر (کتابت شدہ صورت میں) جو کچھ ہے اس پر سب سے بہتر زمانہ یعنی صحابہ کے زمانہ کے ائمہ کا تواتر اور اجماع تھا۔ پھر جب کسی وجہ کی روایت کی سند صحیح ہو تو قواعد لغت اور مصحف متواتر کی رسم کے ساتھ موافقت روایت کے علم قطعی کا فائدہ دینے پر قرینہ بن جاتی ہے اگرچہ روایت آحاد میں سے ہو۔ نیز یہ بھی مت بھولو کہ علم حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ قرائن کے ہوتے ہوئے خبر واحد علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔

گویا مصحف کے متواتر وثیقہ بننے سے پیشتر تو سند میں تواتر کو طلب کیا جا سکتا تھا، لیکن متفقہ مصحف کے وجود کے بعد روایت کی صحت و شہرت ہی کافی ہے جبکہ وہ رسم خط اور عربی زبان کے موافق ہو۔

کواکب دریہ میں محقق ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ روایت کی سند کے صحیح ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ عادل وضابط اپنے جیسوں سے اس قراءت کو روایت کریں اور اسی طرح یہ سلسلہ آخر تک چلے۔ پھر وہ قراءت ماہرین فن کے نزدیک غلط اور شاذ نہ ہو بلکہ مشہور ہو۔

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ مصحف میں جو کچھ ہے وہ تو اجماعی اور متواتر ہے۔ اب صرف اس کی ادائیگی کا مسئلہ رہ گیا؟ تو اس کی ادائیگی کا کوئی طریقہ اگر سند صحیح سے ہو اگرچہ متواتر نہ ہو، تب بھی وہ متواتر کے حکم میں ہے اور اس کا وہی حکم ہو گا جو متواتر کا ہوتا ہے۔ غرض حکم کے اعتبار سے وہ متواتر ہے۔ اس لئے ان کو قراءات متواترہ کہا جاتا ہے۔

قراءات میں کمی واقع ہونے کی وجہ

قرون ثلاثہ میں ان گنت قراءات پڑھی جاتی تھیں اور تیسری صدی تک علماء وائمہ

متعدد مختلف قراءات پڑھتے اور پڑھاتے اور روایت کرتے تھے۔اور جب تیسری صدی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر مصنف اپنی کتاب میں ان قراءات کو بیان کرتا جو اس کو صحیح و متصل سند سے پہنچی ہوتی تھیں چنانچہ امام ابو عبیدؒ اور قاضی اسماعیل نے پچیس پچیس قراءتیں بیان کی ہیں لیکن خیر القرون کے بعد سند کی طوالت نے جب اکثر لوگوں میں کسل پیدا کر دیا اور بعض کے ضبط و حفظ میں ضعف اور شوق و ہمت میں فرق آگیا تو علماء نے مروجہ تعداد میں کمی کر دی۔ چنانچہ امام ابو بکر بن مجاہد مقریؒ بغدادی نے جو اس وقت دنیائے اسلام میں امام الائمہ تھے مروجہ قراءات میں سے ایک تو شہرت اور وجوہ صحیحہ کی کثرت کی وجہ سے اور دوسرے رسم کی موافقت اور عربیت میں اقویٰ ہونے کی بناء پر ائمہ سبعہ کو منتخب کر کے ان کی قراءات میں کتاب السبعہ تصنیف کی اور اس کے مطابق روایات و قراءات پڑھانے لگے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس میں سبعہ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ یہ امر منجانب اللہ ہے کہ ان کو ان کے انتخاب کا دھیان آیا ورنہ بقول امام ابو محمدؒ مکی ستر (70) ائمہ کی قراءات ان سے مقدم موجود تھیں اور باقی ائمہ ثلاثہ کی قراءات تو ہر لحاظ سے ان کے برابر تھیں مگر امامؒ موصوف کا یہ اعتقاد ہرگز نہ تھا کہ ان کے سوا دیگر قراءات شاذ یا غیر صحیح ہیں۔

اکثر اولو العزم معاصرین نے امام موصوف کے اس عمل کو ناپسند کیا اور سات کی تعداد پر تو ان کو خاص اعتراض تھا، مگر امام ابن مجاہدؒ کی فقید المثال شخصیت و شہرت ان کی کتاب "سبعہ قراءات" کے رواج کا باعث بن گئی اور باقی قراءات کی تعلیم میں کمی آنے لگی۔ پھر امام ابو عبداللہ قیروانیؒ، امام ابو القاسم طرسوسیؒ اور امام ابو العباسؒ مہدوی نے مشرق میں سبعہ کو اور مشہور کر دیا۔

چوتھی صدی کے آخر تک اندلس اور بلاد مغرب میں ان مشہور سبعہ قراءات کا رواج نہ تھا۔ سب سے پہلے امام ابو عمر طلمنکی نے اور ان کے بعد امام ابو محمد مکیؒ قیروانی اور امام العلامہ حافظ ابو عمرو دانیؒ نے مصر وغیرہ سے پڑھ کر قراءات سبعہ اندلس میں پہنچائیں۔

پانچویں صدی کے اوائل تک قراءات سبعہ اکثر روایات و طرق مشہورہ کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں۔ چنانچہ علامہ دانی نے جامع البیان میں پانچ سو روایات و طرق بیان کیے ہیں۔

روایات کے کم ہونے کی وجہ

اس کے بعد ہمتیں اور گھٹ گئیں اور طلباء مزید اختصار کے خواستگار ہونے لگے۔ اس پر علامہ دانیؒ نے تیسیر لکھی۔ اس کے شروع میں خود کہتے ہیں۔ "آپ صاحبوں نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں آپ کے لئے قراء سبعہ کے مذاہب پر ایک ایسی مختصر کتاب لکھوں جس کا پڑھنا پڑھانا اور یاد کرنا آسان ہو اور اس میں وہ مشہور راوایات و طرق بیان کروں جو تھوڑے زمانہ میں حفظ ہو سکیں۔"

پھر کہتے ہیں۔ "لہٰذا میں نے آپ کی خواہش کے مطابق یہ کتاب لکھی اور اس میں ہر قاری سے دو دو روایات بیان کی ہیں۔" تیسیر کے بعد ائمہ سبعہ کی دیگر روایات کا رواج بھی کم ہو گیا اور چھٹی صدی کے آخر میں امام العلامہ شاطبیؒ نے تیسیر کو نظم کر کے اس کی روایات و طرق کو چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔

جن قراءات کا رواج کم ہو تا گیا وہ بالکل مٹ گئیں۔ قراءات ثلثہ بھی غائب ہو جاتیں اگر ابن مہرانؒ، ابن غلبونؒ، ابن شیطاؒ، اہوازیؒ، قلانسیؒ، حافظ ابو العلاؒ اور محققؒ وغیرہ ائمہ ان کو پڑھتے پڑھاتے اور تصنیف و تالیف سے ان کی حفاظت نہ کرتے اور اہل مصر وغیرہ ان کی خدمت نہ کرتے رہتے۔ ائمہ سبعہ کی باقی روایات کی بھی یہی کیفیت ہے کہ وہ بھی تیسیر کے بعد مٹ گئیں اور جس طرح ان روایات کے مٹ جانے کا باعث شذوذ نہیں اسی طرح سابقہ قراءات کے مٹنے کا سبب بھی شذوذ نہیں ہے بلکہ علماء فوت ہو گئے اور علم ان کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہ بنا۔ اب امت کے پاس سبعہ مشہورہ متواترہ کی دو دو روایات اور قراءات ثلثہ متواترہ کی دو دو روایات اور چار دیگر قراءات باقی ہیں۔ یہ چاروں بھی صدیاں گزر گئیں پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں صرف کتابوں میں بیان ہوتی ہیں۔ عشرہ پڑھائی جاتی ہیں۔

غرض پڑھانے والوں نے جب لوگوں کا کسل اور ان کی ہمتوں میں قصور و فتور دیکھا تو پہلے سبعہ پر اور پھر سبعہ کے ایک قلیل حصہ پر قانع ہو گئے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگوں کو اس سے شبہ پیدا ہوگا کہ اس طرح سے شاید قرآن کا کوئی حرف فوت و مفقود نہ ہو گیا ہو جس سے تمام امت گناہگار ہوئی ہو اور نیز حفاظت قرآن کے وعدہ الٰہی میں تخلف ہو گیا ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اختلافات سات قسم کے ہیں۔ اول یہ کہ صرف حرکات میں اختلاف ہو معنی اور صورت میں کوئی فرق نہ ہو۔ جیسے بِالْبُخْلِ اور بِالْبَخَلِ . يَحْسَبُ اور يَحْسِبُ وغیرہ اور اسی قسم میں اصولی اختلافات داخل ہیں۔ دوم: حرکات و معنی میں اختلاف ہو صورت میں نہیں جیسے ادم من ربه كلمت مرفوع و منصوب اور منصوب و مرفوع۔ سوم: معنی میں اختلاف ہو حرکات و معنی میں نہیں۔ جیسے تَبْلُوْا اور تَتْلُوْا وغیرہ چہارم: صورت میں اختلاف ہو۔ حرکات و معنی میں نہیں۔ جیسے بَصْطَة اور بَسْطَة صِرَاط سِرَاط وغیرہ تمام لغوی اختلافات۔ پنجم: صورت و معنی دونوں میں اختلاف ہو۔ حرکات میں نہیں ہو تا جیسے اَشَدَّ مِنكُمْ . اَشَدَّ مِنْهُمْ . ششم تقدیم و تاخیر سے جیسے فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ . ہفتم: زیادۃ و نقصان سے جیسے وَوَصّٰى. وَاَوْصٰى. وَقَالُوْا. اور قَالُوْا وغیرہ ان کے سوا اور قسم کا اختلاف ہرگز نہیں ہو تا۔ خواہ قراءات متواترہ مروجہ ہوں یا غیر مروجہ، شاذ ہوں یا ضعیف اور یہ تمام اختلافات على سبيل البدليت مروی ہیں۔ یعنی ان میں سے جو وجہ پڑھی جائے وہ ہی کافی ہے اور قرآن ہے اور امت کے ہر فرد پر تمام وجوہ کا پڑھنا واجب و لازم نہیں ہے جس کی واضح دلیل فاقرء وا ماتيسر منه ہے نتیجہ یہ ہے کہ متعدد قراءات و روایات و طرق کے مٹ جانے کے باوجود قرآن علی حالہ باقی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ البتہ تنوع اور طریقہ ترکیب کا بعض حصہ مٹ گیا۔ فافہم و تدبر۔

قراءات سبعہ تیسیر و شاطبیہ میں منحصر نہیں ہیں

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قراءات سبعہ تیسیر شاطبیہ تبصرہ اور عنوان وغیرہ میں محصور ہیں۔ یہ بھی محض ایک تخیل ہے۔ ان مختصرات میں حضرات ائمہ سے دو دو راوی

مذکور ہیں۔ ائمہ سبعہ نے 75 سال سے 99 سال تک عمر پائی اور ہر ایک نے ساٹھ برس سے زیادہ خدمت قرآن میں صرف کئے۔ تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ ان گنت طلباء شریک درس ہوتے تھے۔ امام نافع، نماز فجر سے قبل پڑھانا شروع کرتے تھے جو عشاء کے بعد تک جاری رہتا تھا اور ہر شخص کے لئے تین آیتوں کا وقت مقرر تھا بڑی جدوجہد سے سیدنا ورشؒ کو بعد از تہجد زیادہ وقت ملا تھا۔ امام ابو عمروؒ کے گرد طلباء کا ازدحام دیکھ کر خواجہ حسن بصریؒ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علماء رب بن گئے؟ امام عاصمؒ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ امام کسائیؒ سے عرضاً و قراءۃً پڑھنا ناممکن ہو گیا تھا بلکہ کثرت طلباء کی بناء پر دور بیٹھنے والوں کو شکل دیکھنی بھی دشوار تھی۔ اسی وجہ سے امام کسائی منبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شائقین آپ کی قراءۃ اخذ کرتے جاتے تھے۔ یہی حال دیگر ائمہ کا تھا۔ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ ان سے کتنی مخلوق نے پڑھا اور استفاضہ کیا۔ دنیائے اسلام کی کونسی بستی ان کے خوشہ چینوں اور شاگردوں سے خالی تھی؟ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے راوی یہی دو دو ہیں۔

امام ابو حیانؒ کہتے ہیں۔ "ان مختصرات میں امام ابو عمروؒ (جن کی قرأت شام و مصر میں زیادہ مروج ہے) کے ایک شاگرد یزیدیؒ اور ان سے دوریؒ و سوسیؒ دو راوی درج ہیں اور اہل نقل کے نزدیک ابو عمروؒ کے تلامذہ میں سے یزیدیؒ، شجاعؒ، عبدالوارث ابن سعید، عباس بن فضلؒ سعید بن اوسؒ، ہارون الاعورؒ، الخفافؒ، عبید بن عقیلؒ، حسین الجعفیؒ، یونس بن حبیب نحویؒ، لولویؒ، محبوبؒ، خارجہؒ، الجھضمیؒ، عصمہؒ، اصمعیؒ اور ابو جعفر رواسی سترہ شخص مشہور ہیں لہٰذا ابو عمروؒ کی قراءت یزیدیؒ پر کیسے منحصر ہو سکتی ہے اور باقی رواۃ کو جو تعداد میں کثیر تھے اور ثقہ وضابط اور صاحب روایت تھے بلکہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض یزیدیؒ سے زیادہ عالم اور زیادہ ثقہ ہوں ان کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔"

پھر یزیدیؒ سے دوریؒ، سوسیؒ، ابو حمدونؒ، محمد بن احمد بن جبیرؒ، اوقیہ ابو الفتحؒ ابو خلادؒ، جعفر بن حمدان سجادہؒ، ابن سعدانؒ، احمد بن محمد بن یزیدیؒ اور ابو الحارثؒ دس شخص مشہور ہیں۔ لہٰذا دوریؒ و سوسیؒ پر کیسے اقتصار کیا جاسکتا ہے اور باقی جماعت کو کس دلیل سے چھوڑا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دوریؒ و سوسی سے اوثق و اضبط ہوں۔

پھر دوریؒ سے ابن فرحؒ ابن بشارؒ، ابو الزعراءؒ ابن مسعود السراجؒ، الکاغذی ابن برزہؒ، احمد بن حرب المعدلؒ اور پھر ابن فرحؒ سے زید بن ابی بلالؒ عمر بن عبد الصمدؒ، ابو العباس بن محرزؒ، ابو محمد قطان اور المطوعی مشہور ہیں اور ہمارے زمانہ تک ہر طبقہ کا یہی حال ہے۔

امام نافعؒ (جن کی قراءۃ مغرب میں زیادہ مشہور ہے) مختصرات میں ان کے قالونؒ و ورشؒ دو راوی مذکور ہیں اور اہل نقل کے نزدیک قالونؒ، ورشؒ، اسماعیل بن جعفر، ابو خلید ابن جمازؒ، خارجہ اصمعیؒ، کردم اور مسیبیؒ، نو حضرات مشہور ہیں اور باقی ائمہ سبعہ کے تلامذہ کا بھی یہی حال ہے۔ پس کیسے ممکن ہے کہ ان ائمہ کے علم کو دو دو راویوں میں منحصر سمجھ لیا جائے اور باقی حضرات کی روایت کو معطل کر دیا جائے۔ ان دونوں بزرگوں کو باقی اصحاب پر کیا فوقیت تھی جبکہ وہ سب ایک شیخ کے شاگرد ضابط اور ثقہ تھے۔"

انکار قراءات کا حکم

التحقیق الذی یؤ یدہ الدلیل ھو ان القراء ات العشر کلھا متواترۃ و ھورای المحققین من الاصو لیین والقراء کا بن السبکی وابن الجزری والنویری بل ھورای ابی شامۃ فی نقل آخر صححہ الناقلون عنہ

(ص 434 مناھل العرفان)

تحقیقی بات جس کی تائید دلیل سے ہوتی ہے یہ ہے کہ قراءات عشرہ سب کی سب متواتر ہیں اور یہی محقق اصولیوں اور قراء مثلاً ابن سبکی، ابن جزری اور نویری رحمہم اللہ کا قول ہے بلکہ ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی منقول ہے اور نقل کرنے والوں نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔

لیکن قراءات کا جو ضابطہ ذکر ہو چکا ہے اس کی رو سے ان کی سند دو مرحلوں میں ہے۔ ایک مرحلہ وہ ہے جو ہم سے صاحب اختیار ائمہ یعنی قراء سبعہ و عشرہ تک پہنچتا ہے اور دوسرا مرحلہ وہ ہے جو ان قراء عشرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ

قراءات کی دو نوع ہیں۔

الاول: المتواتر وهوما رواه جمع من جمع لا يمكن تواطئهم على الكذب عن مثلهم. مثاله ، ما اتفقت الطرق في نقله عن السبعة و هذا هو الفائق في القراء ات

الثاني المشهور هو ماصح سنده بان رواه العدل الضابط عن مثله و هكذا و وافق العربية ووافق احد المصاحف العثمانية سواء أ كان عن الائمة السبعة ام العشرة ام غير هم من الائمة المقبو لين واشتهر عنه القراء فلم يعد وه من الغلط ولا من الشذوذ الا انه لم يبلغ درجة المتواتر مثاله ما اختلفت الطرق في نقله عن السبعة فرواه بعض الرواة عنهم دون بعض و هذا ن النوعان هما اللذان يقرأ بهما مع و جوب اعتقاد هما ولا يجوز انكار شئى منهما.

(ص 434 مناهل العرفان)

پہلی نوع متواتر کی ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کو ایک اتنی بڑی جماعت نے اتنی ہی بڑی جماعت سے نقل کیا ہو کہ جس کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو۔ اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس میں تمام طرق متفق ہوں اور قراءات میں اکثر حصہ ایسا ہی ہے۔

دوسری نوع مشہور کی ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کو عادل وضابط نے اپنے جیسے سے نقل کیا ہو اور یہ سلسلہ ایسے ہی چلا ہو۔ علاوہ ازیں یہ عربیت کے موافق بھی ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق بھی جو خواہ قراء سبعہ سے منقول ہو یا عشرہ سے منقول ہو یا دیگر مقبول ائمہ قراء سے نقل ہو۔ پھر قراء میں اس کی شہرت ہو گئی ہو اور انہوں نے اس کو غلط یا شذوذ میں سے شمار نہ کیا ہو۔ یہ نوع درجہ متواتر کو نہیں پہنچی اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس کے نقل میں طرق کا اختلاف ہے۔

یہ دونوں انواع وہ ہیں جن کی قراءت کی جاتی ہے اور جن پر اعتقاد رکھنا واجب

ہے اور ان میں سے کسی شے کا بھی انکار جائز نہیں۔

علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ ائمہ قراءات تک تواتر قراءت کے صرف اتنے حصے میں ہے جن میں طرق کا اتفاق ہے اور جو مختلف فیہ حصہ ہے اس میں شہرت تو پائی جاتی ہے تواتر نہیں پایا جاتا۔

دوسرا مرحلہ

قراءات کے بارے میں جو ضابطہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اختیار ائمہ نے اخذ قراءت میں تواتر کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ عربیت اور رسم مصحف کی موافقت کے ساتھ صرف صحت سند پر اکتفا کیا۔ علاوہ ازیں بعض متاخرین نے تواتر کو شرط قرار دیا تو ان کے قول کو رد کیا گیا اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تواتر کے شرط ہونے کے قول سے رجوع کیا۔

امام ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

ان جميع ماروی من القراء ات علی اقسام. قسم يقرأ به اليوم و ذللك ماجتمع فيه ثلاث خلال و هن ان ينقل عن الثقات عن النبی صلی الله عليه وسلم ويكون وجهه فی العربية التی نزل بها القرآن سائغا ويكون موافقا لخط المصحف

نقل کردہ تمام قراءات کی چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کی آج کل قراءت کی جاتی ہے۔ اور یہ وہ ہے جس میں تین باتیں جمع ہوں۔ وہ تین باتیں یہ ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ لوگوں کے واسطے سے منقول ہو۔ دوسرے یہ کہ عربیت جس میں قرآن نازل ہوا ہے اس میں اس کی کوئی وجہ بنتی ہو اور خط مصحف کے موافق بھی ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ ہو سکتا ہے کہ فی نفسہ تواتر پایا گیا ہو، لیکن جب ائمہ نے ضابطہ میں تواتر کا التزام نہیں کیا تو تواتر کا قول کرنا بہر حال ممکن نہیں بلکہ صحت سند پر ہی اقتصار کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا دونوں مرحلوں کو جب جمع کیا جائے تو حاصل یہ ہو گا کہ قراءات کی نقل میں تواترِ ضروری مفقود ہے۔ البتہ بعد کے قرون میں تواتر اور تلقی بالقبول کے پائے جانے کے باعث یہ چونکہ مفید علم ہے اس لئے یہ تواتر تقدیری یا تواتر نظری ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل باتیں بھی پیش نظر رہیں۔

1- قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں۔ قرآن تو اس کا نام ہے جو مصاحف کے اندر ثبت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا۔ جبکہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے۔ قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں۔

2- مناہل العرفان میں عبدالعظیم زرقانی لکھتے ہیں۔

وتناقش هذا الدليل بانا لانسلم ان انكار شئى من القراء ات يقتضى التكفير على القول بتواتر ها و انما يحكم بالتكفير على من علم تواترها ثم انكره . والشئى قديكون متواتر اعند قوم غير متواتر عند آخرين ويمكن منا قشة هذا الدليل ايضاً بان طعن الطاعنين انما هو فيما اختلف فيه و كان من قبيل الاداء . اماما اتفق عليه فليس بمو ضع طعن و نحن لا نقول الا بتواتر ما اتفق عليه دون ما اختلف فيه

(بعض بڑے علماء نے قراءات پر طعن کیا ہے حالانکہ اگر قراءات متواتر ہوں تو انکا طعن موجب تکفیر ہو گا اس کا جواب دیتے ہوئے مناہل العرفان کے مصنف لکھتے ہیں) کہ تواتر کے قول کو لیتے ہوئے کسی قراءت کا انکار ضروری نہیں کہ موجب تکفیر ہو کیونکہ تکفیر اس وقت کی جاتی ہے جب کوئی اس کے تواتر کا علم ہوتے ہوئے انکار کرے جبکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شے کے بارے میں کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت ہو اور کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت نہ ہو۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کا طعن مختلف فیہ حصہ میں ہو جو ادائیگی کے قبیل سے ہو۔ رہا متفق علیہ حصہ تو وہ طعن کا محل نہیں ہے۔ اور ہم تواتر کا قول صرف متفق علیہ میں کرتے ہیں مختلف فیہ میں نہیں کرتے۔"

3- نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہ واجب نہیں تھی لہٰذا

اصحاب اختیار ائمہ نے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے اپنی اپنی ترتیب سے قراءات اختیار کیں۔(اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

انکار قراءات کا حکم

1- قرآن یا اس کے کسی جزو کا انکار کفر ہے۔

2- کوئی اگر بعض قراءتوں کو تسلیم کرتا ہو مثلاً روایت حفص کو مانتا ہو اور دیگر کا انکار کرتا ہو تو اس میں مندرجہ ذیل شقیں ہیں۔

الف۔ کسی محقق کے نزدیک دیگر قراءتوں کا تواتر ثابت نہ ہو اس وجہ سے ان کا انکار کرتا ہو۔اس پر تکفیر نہ ہو گی۔

ب۔اس کو دیگر قراءتوں کا تواتر سے ثابت ہونا معلوم نہ ہو جیسا کہ عام طور سے عوام کو دیگر قراءتوں کا علم نہیں ہوتا اور صرف ان ہی لوگوں کا ان کو علم ہوتا ہے جو ان کے پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوں۔ایسی لاعلمی کی وجہ سے انکار پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی،البتہ ایسے شخص کو حقیقت حال سے باخبر کیا جائے گا۔

ج۔ تواتر تسلیم ہونے کے بعد بھی انکار کرلے تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ حقیقتاً یہ تواتر ضروری وبدیہی نہیں بلکہ نظری و حکمی ہے جس کے انکار پر تکفیر نہیں کی جاتی۔ البتہ یہ سخت گمراہی کی بات ہے۔

دیگر تصنیفات

☆...... مریض و معالج کے اسلامی احکام (تیسرا ایڈیشن)

یہ کتاب خصوصاً معالجین کے لئے خواہ ان کا تعلق کسی بھی طریقہ علاج سے ہو بہت ضروری ہے۔ مرض کی صورت میں جو اسلامی شرعی احکام ہیں جہاں اس میں وہ مذکور ہیں وہیں علاج اور دواؤں سے متعلق شرعی احکام بھی مذکور ہیں اور جدید تحقیقات سے پیدا ہونے والے جدید ترین مسائل کا جواب بھی لکھا گیا ہے۔

مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام

1-کے-3' ناظم آباد مینشن' ناظم آباد نمبر 1 کراچی

☆...... سونا چاندی اور ان کے زیورات کے اسلامی احکام (دوسرا ایڈیشن)

آپ خواہ زرگر ہوں یا سونے چاندی اور ان کے زیورات کی تجارت کرتے ہوں آپ ضرور یہ چاہیں گے کہ دین و شریعت کی اس بارے میں جو ہدایات ہیں ان کو معلوم کریں تاکہ اپنے کاروبار کو ان کے مطابق چلائیں اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔ اس کتاب میں آپ کو یہی باتیں ملیں گی۔

مطبوعہ: مکتبہ قاسمیہ' 17 اردو بازار' لاہور

فہم دین کورس

دنیوی تعلیم یافتہ حضرات کے لئے مختصر وقت میں دین کا علم و فہم حاصل کرنے کے لئے ایک معیاری کورس تیار کیا گیا ہے جو دو درجوں پر مشتمل ہے۔

درجہ عام (ORDINARY LEVEL)

1- اسلامی عقائد	ترتیب: ڈاکٹر مفتی عبدالواحد
2- اصول دین	//
3- مسائل بہشتی زیور مکمل 2 حصوں میں	//

(ترتیب جدید اور بہت سے مفید اضافوں کے ساتھ)

ایک گھنٹہ روز پڑھائی ہو تو یہ کورس چھ سات ماہ میں مکمل کیا جا سکتا ہے۔ کسی اچھے عالم دین سے اس کو پڑھا جائے اور کلاس کی صورت ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ طالب علموں کے پاس اپنی کتابیں ہوں جو ان کو بعد میں بھی کام دیں گی۔

کوئی مسلمان ہو اور اس کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو اس کے لئے یہ کورس انشاء اللہ بہت مفید رہے گا اور مسائل کے اعتبار سے یہ UP-TO-DATE نصاب ہے۔

علماء حضرات بھی از خود دلچسپی لے کر یہ کورس اپنے حلقہ میں سبقاً سبقاً پڑھائیں۔ یہ ان کے لئے علمی اور دینی خدمت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

نوٹ: مصنف کی کسی بھی کتاب کے ساتھ اس کا مالی مفاد وابستہ نہیں۔

درجہ اعلیٰ (ADVANCED LEVEL)

1- فہم قرآن۔ پورے قرآن پاک کی رواں مختصر تفسیر۔ اس کا اصل ماخذ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہے۔

2- فہم حدیث: تمام مضامین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ

(درجہ اعلیٰ کی کتابیں ابھی زیر ترتیب و زیر طبع ہیں)

فہم دین کورس

دنیوی تعلیم یافتہ حضرات کے لئے مختصر وقت میں دین کا علم و فہم حاصل کرنے کے لئے ایک معیاری کورس تیار کیا گیا ہے جو دو درجوں پر مشتمل ہے۔

درجہ عام (ORDINARY LEVEL)

1- اسلامی عقائد — ترتیب: ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

2- اصول دین — //

3- مسائل بہشتی زیور مکمل 2 حصوں میں — //

(ترتیب جدید اور بہت سے مفید اضافوں کے ساتھ)

ایک گھنٹہ روز پڑھائی ہو تو یہ کورس چھ سات ماہ میں مکمل کیا جا سکتا ہے۔ کسی اچھے عالم دین سے اس کو پڑھا جائے اور کلاس کی صورت ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ طالب علموں کے پاس اپنی کتابیں ہوں جو ان کو بعد میں بھی کام دیں گی۔

کوئی مسلمان ہو اور اس کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو اس کے لئے یہ کورس انشاء اللہ بہت مفید رہے گا اور مسائل کے اعتبار سے یہ UP-TO-DATE نصاب ہے۔

علماء حضرات بھی از خود دلچسپی لے کر یہ کورس اپنے حلقہ میں سبقاً سبقاً پڑھائیں۔ یہ ان کے لئے علمی اور دینی خدمت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

نوٹ: مصنف کی کسی بھی کتاب کے ساتھ اس کا مالی مفاد وابستہ نہیں۔

درجہ اعلیٰ (ADVANCED LEVEL)

1- فہم قرآن۔ پورے قرآن پاک کی رواں مختصر تفسیر۔ اس کا اصل ماخذ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہے۔

2- فہم حدیث: تمام مضامین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ

(درجہ اعلیٰ کی کتابیں ابھی زیر ترتیب وزیر طبع ہیں)